قرآن کریم کی مستند عربی تفسیر پہلی مرتبہ اُردو میں

تفسیرِ بغوی اُردو

المعروف مَعَالِمُ التَّنْزِيل

ازامام الکبیر ابومحمد حسین بن مسعود الفرائبغوی شافعی رحمہ اللہ متوفی ۵۱۶ھ

جلدسوم ...سورۃ یونس تا سورۃ کہف

خصوصیات

قرآنی متن ترجمہ اور تفسیر جلی حروف میں
ترجمہ از حکیم الامت تھانوی رحمہ اللہ
فقہی احکام اور مسائل کا التزام
مفسرین کے متعدد اقوال ایک ہی جگہ پر
تفسیر کے علاوہ قرآنی الفاظ کی علیحدہ تشریح و تفسیر
قرآنی واقعات کی متعدد روایات یکجا
صرفی نحوی لغوی تحقیق کے ساتھ مستند تحقیقی تفسیر
تفسیر کے مطابق قرآنی متن و ترجمہ اپنی جگہ پر

بشمول قرآنی فضائل وخواص

ازابومحمد عبداللہ یافعی رحمہ اللہ (متوفی ۷۶۸ھ)
وحضرت مولانا عاشق الٰہی میرٹھی رحمہ اللہ
(تلمیذ رشید حضرت شیخ الہند رحمہ اللہ)

تعارف تفسیر

شیخ الاسلام حضرت مولانا مفتی محمد تقی عثمانی مدظلہم

اِدارۂ تالیفاتِ اشرفیہ
چوک فوارہ ملتان پاکستان
(0322-6180738, 061-4519240

قرآن کریم کی مستند عربی تفسیر پہلی مرتبہ اُردو میں

تفسیرِ بغوی اُردو

المعروف مَعَالِمُ التَّنْزِيل

از امام الکبیر محی السنۃ ابو محمد حسین بن مسعود الفراء بغوی شافعی رحمہ اللہ متوفی ۵۱۶ھ

جلد سوم ... سورۃ یونس تا سورۃ کہف

خصوصیات

- قرآنی متن ترجمہ اور تفسیر جلی حروف میں
- آسان ترجمہ از حکیم الامت حضرت تھانوی رحمہ اللہ
- فقہی احکام اور مسائل کا التزام
- مفسرین کے متعدد اقوال ایک ہی جگہ پر
- عام تفسیر کے علاوہ قرآنی الفاظ کی علیحدہ تشریح وتفسیر
- قرآنی واقعات کی متعدد روایات یکجا
- صرفی نحوی لغوی تحقیق کے ساتھ مستند تحقیقی تفسیر
- تفسیر کے مطابق قرآنی متن وترجمہ اپنی جگہ پر
- منتخب قرآنی آیات کے فضائل وخواص

بشمول قرآنی فضائل وخواص

از امام ابو محمد عبداللہ یافعی رحمہ اللہ (متوفی ۷۶۸ھ)

وحضرت مولانا عاشق الٰہی میرٹھی رحمہ اللہ

(تلمیذ رشید حضرت شیخ الہند رحمہ اللہ)

تعارف تفسیر

شیخ الاسلام حضرت مولانا مفتی محمد تقی عثمانی مدظلہ

کے قلم سے

ترجمہ از

اشرفیہ مجلس علم وتحقیق

اِدارۂ تالیفاتِ اشرفیہ

چوک فوارہ ملتان پاکستان

(0322-6180738, 061-4519240

تفسیر بغوی اردو

تاریخ اشاعت............. شعبان المعظم ۱۴۳۶ھ
ناشر.......................... ادارہ تالیفات اشرفیہ ملتان
طباعت...................... سلامت اقبال پریس ملتان

انتباہ

قانونی مشیر
محمد اکبر ساجد
(ایڈووکیٹ ہائی کورٹ ملتان)

قارئین سے گذارش

ادارہ کی حتی الامکان کوشش ہوتی ہے کہ پروف ریڈنگ معیاری ہو۔ الحمدللہ اس کام کیلئے ادارہ میں علماء کی ایک جماعت موجود رہتی ہے۔ پھر بھی کوئی غلطی نظر آئے تو برائے مہربانی مطلع فرما کر ممنون فرمائیں تا کہ آئندہ اشاعت میں درست ہو سکے۔ جزاکم اللہ

ملنے کے پتے

ادارہ تالیفات اشرفیہ.... چوک فوارہ.... ملتان

مکتبہ سید احمد شہید........ اردو بازار...... لاہور
دارالاشاعت........ اُردو بازار........... کراچی
مکتبہ علمیہ............... اکوڑہ خٹک....... پشاور
مکتبہ رشیدیہ....... سرکی روڈ...... کوئٹہ
اسلامی کتاب گھر...... خیابان سرسید..... راولپنڈی
مکتبہ دارالاخلاص.... قصہ خوانی بازار...... پشاور

ISLAMIC EDUCATIONAL TRUST U.K
(ISLAMIC BOOKS CENTERE
119-121- HALLIWELL ROAD
BOLTON BLI 3NE. (U.K.)

تفسیر ⑯"وما نرسل المرسلین ...... تا ...... بالباطل" وہ اس بات کے متعلق جھگڑا کرتے تھے کہ کیا اللہ نے پیغمبر بنا کر بھیجا ہے اور دوسری جگہ ارشاد فرمایا"ولولا نزل ھذا القرآن علی رجل من القریتین عظیم" کہ یہ قرآن ان دونوں بستیوں کے کسی بڑے آدمی پر کیوں نہیں اُتارا گیا، یہ بھی کافروں نے کہا تھا کہ جو تم ذبح کرتے ہو وہ حلال ہے اور جو اللہ مار دے وہ حلال نہیں۔"لیدحضوا" کہ وہ اس کو باطل کر دے۔"بہ الحق" دحض اصل میں کہا جاتا ہے پھسلنے کو، وہ باطل کے ذریعے سے جھگڑا کر کے حق کو اس کی جگہ سے ہٹا دیں۔"واتخذوا ایاتی وما انذروا ھزوًا" آیات سے مراد وہ ہیں جو قرآن میں نازل کی گئی ہیں۔"ھزوًا" اس کا ٹھٹھا کرتے ہیں مذاق اُڑاتے ہیں۔

⑰"ومن اظلم ممن ذکر" جس کو نصیحت کی گئی ہو۔"بایات ربہ فاعرض عنھا" اس سے پیٹھ پھیر کر بھاگتے ہیں اور اس کو چھوڑ دیتے ہیں اور اس پر ایمان نہیں لاتے۔"ونسی ماقدمت یداہ" اور جو وہ اس سے پہلے معاصی میں سے کر چکے تھے۔"انّا جعلنا علٰی قلوبھم أکنۃ" ان کے کانوں پر پردے پڑے ہوئے ہیں۔"ان یفقھوہ" رب کی طرف سے آیات کے سمجھنے سے عاجز آ گیا۔"وفی آذانھم وقرًا" ان کے کانوں پر ڈاٹ اور بوجھ پڑے ہوئے ہیں۔"وان تدعھم" اے محمد! (صلی اللہ علیہ وسلم)"الی الھدٰی" دین کی طرف۔"فلن یھتدوا اذًا ابدًا" ان قوموں کے متعلق جانتے تھے کہ وہ ایمان نہیں لائیں گے۔

⑱"وربک الغفور ذوالرحمۃ" اس سے نعمت والا ہونا مراد ہے۔"لو یواخذھم" کفار کا مؤاخذہ ان کا تعاقب "بما کسبوا" گناہوں میں سے جو کچھ انہوں نے کمایا۔"لعجل لھم العذاب" دُنیا میں عذاب کو جلدی طلب کرتے ہیں۔"بل لھم موعدھم" بعث اور حساب کتاب کے لیے۔"لن یجدوا من دونہ موئلاً" اس کا ٹھکانا۔

⑲"وتلک القرٰی اھلکناھم" اس سے مراد قوم نوح، عاد، ثمود، قوم لوط اور اس کے علاوہ اور قومیں مراد ہیں۔"لما ظلموا" جب انہوں نے کفر کیا۔"وجعلنا لمھلکھم موعدًا" مدت میعاد مقرر ہے۔ ابوبکر نے "لمُھلَکھم" میم اور لام کے ضمہ کے ساتھ پڑھا ہے۔ حفص نے میم کے فتحہ اور لام کے کسرہ کے ساتھ پڑھا ہے۔ اسی طرح سورۃ نمل میں ذکر کیا گیا۔"مھلک" ان کی ہلاکت کے وقت دوسرے قراء نے میم کے ضمہ اور لام کے فتحہ کے ساتھ پڑھا ہے۔

⑳"و اذ قال موسٰی لفتاہ لا ابرح حتّٰی ابلغ مجمع البحرین" عام اہل علم کے نزدیک ان کے باپ کا نام موسیٰ بن عمران ہے اور بعض نے کہا کہ یہ موسیٰ بن میشا، یہ حضرت یوسف علیہ السلام کی اولاد میں سے ہیں۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام کا خضر علیہ السلام کی تلاش میں سفر

بخاری اور مسلم نے لکھا ہے سعید بن جبیر رضی اللہ عنہ نے فرمایا میں نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے عرض کیا نوف بکالی کا خیال ہے کہ خضر والے موسیٰ بنی اسرائیل والے موسیٰ علیہ السلام نہ تھے (دونوں الگ الگ تھے) فرمایا دشمن خدا جھوٹ کہتا ہے ہم سے ابی بن کعب نے بیان کیا کہ انہوں نے خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے سنا کہ (ایک روز)

موسیٰ بنی اسرائیل کے سامنے تقریر کرنے کھڑے ہوئے کسی نے سوال کرلیا۔ (آج) سب سے زیادہ عالم کون ہے؟ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے جواب دیا، میں۔ اللہ کو موسیٰ کی یہ بات ناپسند ہوئی کیونکہ انہوں نے اللہ کی طرف جاننے کی نسبت نہیں کی (اور یوں نہیں کہا کہ اللہ جانے کون سب سے بڑا عالم ہے) اللہ نے وحی بھیجی، موسیٰ علیہ السلام تم سے زیادہ عالم میرا ایک اور بندہ ہے جو دو سمندروں کے سنگم میں ہے۔ موسیٰ علیہ السلام نے عرض کیا میرے رب اس سے میری ملاقات کیسے ہوگی؟ اللہ نے فرمایا ایک ٹوکری میں اپنے ساتھ ایک مچھلی رکھ لو (اور کنارے کنارے چل دو جہاں مچھلی (اُچھل کر پانی میں چلی جائے اور) غائب ہوجائے وہیں تمہاری ملاقات ہوگی۔

موسیٰ علیہ السلام توشہ دان یا ٹوکری میں ایک مچھلی (جو بھنی ہوئی تھی) لے کر چل دیئے اور ان کے خادم یوشع بن نون بھی ساتھ ہوگئے، چلتے چلتے ایک پتھر کے قریب پہنچے وہاں ٹھہر گئے اور پتھر پر سر رکھ کر دونوں سوگئے۔ مچھلی تڑپ کر ٹوکری سے نکل کر دریا میں جاگری اور پانی کے اندر اس نے اپنا راستہ (سرنگ کی طرح) بنالیا، اللہ نے پانی کی رفتار کو روک دیا اور پانی کی محراب بن گئی۔ (اس واقعہ کے وقت یوشع بیدار تھے اور ان کی نظر کے سامنے مچھلی سمندر میں جاگری تھی) موسیٰ علیہ السلام بیدار ہوئے تو دن کے باقی حصہ میں بھی چلتے رہے (یعنی سوکر اُٹھے اور چل دیئے اور شام تک چلتے رہے) یوشع اس واقعہ کا حضرت موسیٰ علیہ السلام سے ذکر کرنا بھول گئے۔ موسیٰ علیہ السلام دن بھر چلتے رہے اور رات بھر بھی چلتے رہے، دوسرے دن کی صبح ہوئی تو یوشع سے کہا ہم اس سفر سے تھک گئے، کھانا لاؤ، جب تک موسیٰ علیہ السلام مچھلی کے تڑپنے کے مقرر مقام سے آگے نہیں بڑھے تھے آپ کو تھکان نہیں ہوئی تھی۔ جب اس جگہ سے آگے بڑھے تو تھکان کا احساس ہوا۔ یوشع نے کہا حضرت جب ہم پتھر کے پاس ٹھہرے تھے (وہاں مچھلی تڑپ کر سمندر میں جاگری تھی) میں آپ سے مچھلی کا تذکرہ کرنا بھول گیا۔ شیطان نے مجھے بھلا دیا۔ مچھلی نے تو سمندر کے اندر عجیب طرح سے اپنا راستہ لے لیا تھا۔ موسیٰ علیہ السلام نے کہا اسی (جگہ) کی تو ہم تلاش میں تھے، پھر دونوں اپنے نقش قدم پر لوٹ پڑے۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام اور خضر علیہ السلام کی ملاقات

یہاں تک کہ مقررہ پتھر کے مقام پر آگئے وہاں ایک آدمی ملا جو کپڑے سے منہ چھپائے ہوئے تھا، موسیٰ علیہ السلام نے اس کو سلام کیا۔ خضر علیہ السلام نے کہا تمہاری اس زمین میں سلام کا طریقہ کہاں ہے؟ موسیٰ علیہ السلام نے کہا میں موسیٰ علیہ السلام ہوں۔ خضر علیہ السلام نے کہا نبی بنی اسرائیل والے موسیٰ علیہ السلام؟ موسیٰ علیہ السلام نے کہا جی ہاں۔ میں آپ کے پاس اس غرض سے آیا ہوں کہ جو علم آپ کو دیا گیا ہے اس میں سے کچھ مجھے بھی بتائیں۔ خضر علیہ السلام نے کہا موسیٰ علیہ السلام آپ میرے ساتھ ٹھہر نہ سکیں گے، مجھے اللہ کی طرف سے وہ علم دیا گیا ہے جس سے آپ واقف نہیں اور جو علم اللہ نے آپ کو دیا ہے اس سے میں واقف نہیں۔ موسیٰ علیہ السلام نے کہا ان شاء اللہ آپ مجھے صابر پائیں گے۔ میں آپ کے حکم کے خلاف نہیں کروں گا۔ خضر علیہ السلام نے کہا اگر آپ میرے ساتھ چلنا ہی چاہتے ہیں تو جب تک میں خود بیان نہ کروں آپ مجھ سے (کسی پیش آنے والے واقعہ کے متعلق) کچھ دریافت نہ کریں۔

عہد و پیان کے بعد دونوں چل دیئے۔ چلتے چلتے سمندر کے کنارے پہنچے، اُدھر سے ایک کشتی گزری۔ کشتی والوں سے ان بزرگوں نے سوار کر لینے کے لیے کہا، کشتی والے خضر کو پہچانتے تھے، انہوں نے بغیر کرایہ کے دونوں کو سوار کر لیا۔ سوار ہو گئے (اور چل دیئے تو اثناء راہ میں) اچانک موسیٰ علیہ السلام نے دیکھا کہ خضر علیہ السلام بسولے سے کشتی کا ایک تختہ توڑ رہے ہیں، کہنے لگے آپ یہ عجیب حرکت کر رہے ہیں، ان لوگوں نے تو ہم کو بغیر کرایہ کے سوار کر لیا اور آپ ان کی کشتی کو پھاڑ رہے ہیں کہ سب کشتی والے ڈوب جائیں۔ خضر علیہ السلام نے کہا کیا میں نے پہلے ہی نہیں کہہ دیا تھا کہ آپ میرے ساتھ صبر نہیں کر سکیں گے۔

موسیٰ علیہ السلام نے کہا میں بھول گیا تھا، آپ بھول چوک پر میری پکڑ نہ کیجئے اور میرے معاملہ میں مجھ پر تنگی اور دُشواری نہ ڈالئے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا موسیٰ علیہ السلام سے پہلی حرکت بھول کر ہوئی تھی اور دوسری حرکت بطور شرط اور تیسری حرکت قصداً یا لا رادہ۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ایک چڑیا آ کر کشتی کے کنارے پر بیٹھ گئی اور چونچ ڈال کر دریا سے اس نے پانی پی لیا۔ خضر علیہ السلام نے موسیٰ علیہ السلام سے کہا میرا اور آپ کا علم، علم خدا کے مقابلہ میں اس سے زیادہ نہیں جتنا اس چڑیا نے چونچ سے سمندر کا پانی لیا۔ اس چڑیا نے چونچ میں پانی لے کر سمندر کے پانی میں کوئی کمی نہیں کر دی (میرا اور آپ کا علم بھی اللہ کے علم کے بحر بے کراں میں کوئی کمی نہیں کر سکتا) پھر (کشتی سے اُتر کر) دونوں چل دیئے۔

خضر علیہ السلام کو راستہ میں ایک لڑکا نظر آیا جو لڑکوں کے ساتھ کھیل رہا تھا۔ خضر علیہ السلام نے اس کو پکڑ کر اس کا سر اپنے ہاتھ سے اکھاڑ دیا اور قتل کر دیا۔ موسیٰ علیہ السلام نے کہا آپ نے یہ بری حرکت کی، ایک معصوم کو بے قصور قتل کر دیا۔ خضر علیہ السلام نے کہا کیا میں نے آپ سے نہیں کہہ دیا تھا کہ آپ میرے ساتھ رُک نہیں سکیں گے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا خضر علیہ السلام کی یہ حرکت پہلی حرکت سے زیادہ سخت تھی (اس لیے موسیٰ علیہ السلام نے بے تاب ہو کر دریافت کر ہی لیا) موسیٰ علیہ السلام نے کہا اگر اس کے بعد میں آپ سے کچھ پوچھوں تو آپ مجھے اپنے ساتھ نہ رکھنا، آپ کے لیے میری طرف سے معذرت کا کوئی موقع نہیں رہے گا۔ اس کے بعد پھر دونوں چل دیئے۔ ایک گاؤں میں پہنچے۔ بستی والوں سے کھانا مانگا، انہوں نے کچھ کھانے کو نہیں دیا، وہاں ایک دیوار نظر آئی جو گرنے ہی والی تھی۔ خضر علیہ السلام نے اپنے ہاتھ کے اشارے سے اس کو ٹھیک کر دیا۔ موسیٰ علیہ السلام نے کہا ہم اس بستی میں آئے، بستی والوں سے کھانا مانگا، کسی نے کھانا نہیں دیا نہ ہماری میزبانی کی (اور آپ نے ان کی دیوار ٹھیک کر دی) اگر آپ چاہتے تو اس کی مزدوری ان سے لے سکتے تھے۔

خضر علیہ السلام نے کہا اب میرے اور آپ کے درمیان فراق ہے (اس کے بعد اپنی تینوں حرکتوں کی مصلحت و حکمت بیان کی) اور کہا یہ ان باتوں کی تشریح ہے جن کو پوچھے بغیر آپ رہ نہ سکے تھے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کاش! موسیٰ علیہ سلام صبر کیے رہتے (اور آئندہ اور واقعات ظہور پذیر ہوتے) یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ ہم کو ان کی تفصیل سے آگاہ فرماتا۔

''**ذلک تاویل مالم تستطع علیہ صبرًا**'' سعید بن جبیر رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما یہ پڑھا کرتے تھے کہ ان کے سامنے ایک بادشاہ تھا جو ہر نیک صالح شخص کی کشتی کو چھین لیتا تھا اور حضرت ابن

عباس رضی اللہ عنہما پڑھتے تھے کہ رہا غلام وہ تو کافر تھا اور اس کے والدین مؤمنین تھے۔

سعید بن جبیر رضی اللہ عنہ سے ایک اور روایت مروی ہے کہ جو ابن عباس رضی اللہ عنہما نے ابی بن کعب رضی اللہ عنہ سے نقل کی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کھڑے ہوئے اور لوگوں کو وعظ ونصیحت کرنے لگے۔ جب قوم والوں کے آنسو بہنے لگے اور ان کے دل کمزور پڑ گئے تو ایک آدمی سامنے آیا اور اس نے کہا اے اللہ کے رسول! (صلی اللہ علیہ وسلم آپ سے زیادہ بھی اس دُنیا میں کوئی عالم ہے۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے ارشاد فرمایا کہ نہیں۔ اس پر اللہ تعالیٰ نے عتاب فرمایا کیونکہ اس نہ جاننے کی نسبت اللہ تعالیٰ کی طرف کیوں نہیں فرمائی۔ ان سے کہا گیا کہ کیوں نہیں میرا بندہ خضر ہے۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے ارشاد فرمایا کہ وہ کہاں ہیں؟ اللہ تعالیٰ نے فرمایا دو دریاؤں کے ملنے کی جگہ۔ فرمایا کہ لو ایک مچھلی۔ جب اس کے اندر روح پھونکی جائے تو سمجھ لینا کہ یہی تمہارا ٹھکانا ہے اور ایک روایت میں آیا کہ ان سے کہا گیا کہ ایک بھنی ہوئی مچھلی لیں جہاں پر آپ وہ مچھلی گم پائیں وہ مطلوبہ جگہ ہے۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے مچھلی لی اور اس کو اپنے توشہ دان میں رکھا۔ اس کی تفسیر اس آیت میں مذکور ہے۔ "واذ قال موسٰی لفتاہ" اس سے مراد حضرت یوشع بن نون ہیں۔ "لا ابرح" میں ہمیشہ سفر کرتا رہوں گا۔ "حتی ابلغ مجمع البحرین" قتادہ کا قول ہے کہ اس سے مراد بحر فارس، بحر روم ہے جو مشرق کی جانب ہے۔

محمد بن کعب نے کہا کہ اس سے مراد طنجہ ہے۔ حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ کے نزدیک افریقیہ مراد ہے۔ "او امضی حقبا" اس سے مراد طویل زمانہ ہے۔ اس کی جمع احقاب، حقب اور حقبا آتی ہے۔ عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ حقب اسّی (۸۰) سال کو کہا جاتا ہے۔ اپنے توشہ دان میں روٹی اور بھنی ہوئی مچھلی لی۔ یہاں تک کہ وہ اس چٹان پر پہنچے جہاں دو دریاؤں کے ملنے کی جگہ ہے۔ وہاں رات کے وقت پہنچے۔ اس چٹان کے پاس نہر حیات تھی، اس کا پانی جس مُردہ چیز پر پہنچ جاتا تو وہ زندہ ہو جاتی۔ جب اس مچھلی پر پانی پہنچا تو وہ توشہ دان میں تڑپی اور اُچھل کر دریا میں چلی گئی۔

فَلَمَّا بَلَغَا مَجْمَعَ بَيْنِهِمَا نَسِيَا حُوْتَهُمَا فَاتَّخَذَ سَبِيْلَهٗ فِي الْبَحْرِ سَرَبًا ﴿٦١﴾ فَلَمَّا جَاوَزَا قَالَ لِفَتٰىهُ اٰتِنَا غَدَآءَنَا لَقَدْ لَقِيْنَا مِنْ سَفَرِنَا هٰذَا نَصَبًا ﴿٦٢﴾

ترجمہ پس جب (چلتے چلتے) دونوں دریاؤں کے جمع ہونے کے موقع پر پہنچے اس اپنی مچھلی کو دونوں بھول گئے اور مچھلی نے دریا میں اپنی راہ لی اور چل دی پھر جب دونوں (وہاں سے) آگے بڑھ گئے تو موسیٰ علیہ السلام نے اپنے خادم سے فرمایا کہ ہمارا ناشتہ تو لاؤ ہم کو تو اس سفر میں (یعنی آج کی منزل میں) بڑی تکلیف پہنچی۔

تفسیر ﴿٦١﴾ "فلما بلغ" جب حضرت موسیٰ علیہ السلام اور یوشع بن نون وہاں پہنچے۔ "مجمع بینھما" ان دونوں فریقوں کے ملنے کی جگہ پر یا دونوں (دریاؤں) کے درمیان۔ "نسیا" بھول گئے یعنی ان دونوں نے اس کو وہیں چھوڑ دیا۔ "حوتھما" وہ مچھلی حضرت یوشع کے پاس تھی جس کو وہ بھول گئے۔ نسیان کی اضافت ان دونوں کی طرف کر دی کیونکہ ان دونوں

نے سفر کے لیے زادِراہ باندھا تھا۔ جیسے کہا جاتا ہے فلاں لوگ سفر کو نکلے اور کھانے کے لیے انہوں نے کھانا ساتھ لے لیا حالانکہ ساتھ لینے والا اور اُٹھانے والا صرف ایک آدمی ہوتا ہے لیکن رکھنے والے سب ہوتے ہیں۔ اس لیے سب کی طرف ساتھ لینے اور اُٹھانے کی نسبت کردی جاتی ہے۔ "**فاتخذ**" بنالیا مچھلی نے سوراخ "**سبیله فی البحر سربا**" راستہ بنالیا۔

حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ مچھلی کے پانی میں چلے جانے کی وجہ سے اس پانی کو روک دیا گیا۔ پھر حضرت موسیٰ علیہ السلام اس راستے سے چلے جہاں سے مچھلی نے راستہ بنایا تھا۔ وہاں انہوں نے حضرت خضر علیہ السلام کو پالیا۔

ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ جب مچھلی نے سمندر میں چھلانگ لگائی تو سمندر کا پانی اس کو نہیں لگا اور نہ ہی وہ پانی سے گیلی ہوئی۔ کلبی کا بیان ہے کہ یوشع بن نون نے نہر حیات کے پانی سے وضو کیا۔ اس وضو کا پانی مچھلی پر چھڑکاؤ کیا جس کی وجہ سے وہ زندہ ہوگئی اور پانی میں چلی گئی۔ وہ مچھلی جس طرف اپنا پَر مارتی تو وہ جگہ خشک ہوجاتی اور ایک روایت میں آتا ہے کہ جب یہ دونوں اس چٹان پر پہنچے تو ان دونوں کو نیند آگئی اور دونوں سو گئے۔ مچھلی توشہ دان میں تڑپی اور وہاں سے نکل گئی اور سمندر میں اپنا راستہ بنالیا۔ اس مچھلی کے چلے جانے کی وجہ سے پانی میں خشک راستہ بنالیا، جب وہ اپنی نیند سے جاگے تو موسیٰ علیہ السلام کے ساتھی ان کو بتلانا بھول گئے۔ یہاں تک کہ دوسرا دن آگیا۔

⑫ "**فلما جاوزا**" اس جگہ اور وہ دو دریاؤں کے ملنے کی جگہ ہے۔ "قال" موسیٰ علیہ السلام نے کہا "**لفتاه آتنا غداء نا**" ہمارا کھانا لے آؤ، غدا اس کھانے کو کہتے ہیں جو صبح کے وقت کھایا جاتا ہے اور عشاء کہتے ہیں شام کے وقت کے کھانے کو۔

"**لقد لقینا من سفرنا هذا نصبًا**" تھکاوٹ اور سختی۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام مقررہ پتھر سے آگے بڑھے تو اللہ کی طرف سے آپ پر بھوک کا دورہ پڑا تاکہ کھانے کی خواہش ہو اور مچھلی یاد آجائے اور اپنے مقصد کی طرف لوٹ آئیں۔ صحیحین کی حدیث میں آیا کہ جب تک مقررہ مقام سے حضرت موسیٰ علیہ السلام آگے بڑھے نہیں تھے آپ کو تھکان نہیں ہوئی تھی۔

قَالَ اَرَءَيْتَ اِذْ اَوَيْنَآ اِلَى الصَّخْرَةِ فَاِنِّيْ نَسِيْتُ الْحُوْتَ وَمَآ اَنْسٰنِيْهُ اِلَّا الشَّيْطٰنُ اَنْ اَذْكُرَهٗ
وَاتَّخَذَ سَبِيْلَهٗ فِي الْبَحْرِ عَجَبًا ⑬ قَالَ ذٰلِكَ مَا كُنَّا نَبْغِ فَارْتَدَّا عَلٰٓى اٰثَارِهِمَا قَصَصًا ⑭

ترجمہ خادم نے کہا کہ لیجئے دیکھئے (عجیب بات ہوئی) جب ہم اس پتھر کے قریب ٹھہرے تھے سو میں اس مچھلی (کے تذکرہ) کو بھول گیا اور مجھ کو شیطان ہی نے بھلا دیا کہ میں اس کو ذکر کرتا اور (وہ قصہ یہ ہوا کہ) اس مچھلی نے (زندہ ہونے کے بعد) دریا میں عجیب طور پر اپنی راہ لی موسیٰ نے (یہ حکایت سن کر) فرمایا کہ یہی وہ موقع ہے جس کی ہم کو تلاش تھی سو دونوں اپنے قدموں کے نشان دیکھتے ہوئے الٹے سو (وہاں پہنچ کر)

تفسیر ⑬ "قال" خادم نے یاد کر کے کہا "**اراء یت اذ اوینا الی الصخرة**" وہ پتھر جس کے پاس ہم سوئے ہوئے

تھے۔ معقل بن زیاد کا قول ہے کہ وہ پتھر وہی تھا جو دریائے زیت سے ورے تھے۔

"فانی نسیت الحوت" اس کو وہاں چھوڑ دیا اور گم کر آئے۔ حضرت یوشع بن نون نے جب یہ واقعہ دیکھا تو کھڑے ہو گئے تا کہ اس کی خبر حضرت موسیٰ علیہ السلام کو بتلائیں، وہ اس پر بھول گئے یہاں تک کہ وہ ایک دن رُکے رہے حتیٰ کہ دوسرے دن ظہر کا وقت آ گیا۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے کھانا طلب فرمایا تو حضرت یوشع بن نون کو مچھلی یاد آ گئی اور آپ نے عذر پیش کیا۔

"وما انسانیہ الا الشیطان أن اذکرہ" کہ مجھے اس مچھلی کے غائب ہونے کا واقعہ نہیں بھلایا مگر شیطان ہی نے۔

حفص رحمہ اللہ نے اس کو فتحہ کے ساتھ پڑھا ہے۔

"علیہ اللّٰہ" ھاء کے ضمہ کے ساتھ اور بعض نے کہا کہ مجھے بھلا دیا گیا کہ میں اس کو یاد کروں۔ "واتخذ سبیلہ فی البحر عجبًا" یہ حضرت یوشع بن نون کا قول ہے کہ وہ کہنے لگے کہ اس مچھلی نے دریا میں راستہ بنالیا۔ جیسا کہ سرنگ بنالی ہو وہ واقعہ عجیب تھا اور بعض روایات میں آتا ہے کہ اتخذ کی ضمیر حضرت موسیٰ علیہ السلام کی طرف راجع ہے۔ یعنی مچھلی کا سمندر کے اندر اپنا راستہ اختیار کر لینے کو حضرت موسیٰ علیہ السلام نے عجیب سمجھا۔

گویا کہ انہوں نے کہا کہ یہ واقعہ تو بہت عجیب ہے۔

ابن زید کا قول ہے کہ انہوں نے اس واقعہ کا تعجب اس لیے کیا کہ اس کو کچھ زمانہ کھاتے رہے۔ یہاں تک کہ اس کا کچھ حصہ کھایا جا چکا تھا کہ وہ پھر سے زندہ ہو کر اس پانی میں چلی گئی۔

⑭ "قال" حضرت موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا "ذلک ماکنا نبغ" کہ یہی ہماری مطلوب شدہ جگہ تھی۔ "فارتدا علی اٰثارھما قصصا" وہ واپس اپنے اپنے قدموں کے نشانات کے بل لوٹے اور اس جگہ کو تلاش کرنے لگے۔ پھر انہوں نے اللہ کے بندوں میں سے ایک بندہ کو پایا۔

بعض نے کہا کہ وہ فرشتوں میں سے ایک فرشتہ تھا۔ صحیح وہی ہے جو تاریخ میں آیا ہے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ اس سے مراد حضرت خضر علیہ السلام ہیں اور ان کا نام بلیا بن ملکان ہے۔ بعض نے کہا کہ یہ بنی اسرائیل میں سے تھے۔ بعض نے کہا کہ یہ شہزادہ تھے جو تارک الدنیا ہو گئے تھے اور خضر علیہ السلام لقب تھا۔

حضرت خضر علیہ السلام کو خضر کہنے کی وجہ

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ خضر کو خضر کہنے کی وجہ یہ ہے کہ خضر علیہ السلام جب خشک زمین یا خشک گھاس پر بیٹھ جاتے تو وہ سرسبز ہو کر لہلہانے لگتی تھی۔ مجاہد کا قول ہے کہ جس جگہ حضرت خضر علیہ السلام نماز پڑھتے تھے اس کے گرداگرد سبزہ ہی سبزہ ہو جاتا تھا۔

ایک روایت میں آتا ہے کہ جب حضرت موسیٰ علیہ السلام حضرت خضر علیہ السلام کے پاس پہنچے تو انہوں نے دیکھا کہ ایک

شخص کپڑا اوڑھے چت لیٹا ہے، کپڑے کا کچھ حصہ سر کے نیچے دبا ہے اور کچھ ٹانگوں کے نیچے اور ایک روایت میں ہے کہ اس وقت خضر علیہ السلام وسط سمندر میں ایک جھالردار سبز مسند بچھائے نماز پڑھ رہے تھے۔

فَوَجَدَا عَبْدًا مِّنْ عِبَادِنَآ اٰتَيْنٰهُ رَحْمَةً مِّنْ عِنْدِنَا وَعَلَّمْنٰهُ مِنْ لَّدُنَّا عِلْمًا ﴿٦٥﴾ قَالَ لَهٗ مُوْسٰى هَلْ
اَتَّبِعُكَ عَلٰٓى اَنْ تُعَلِّمَنِ مِمَّا عُلِّمْتَ رُشْدًا ﴿٦٦﴾ قَالَ اِنَّكَ لَنْ تَسْتَطِيْعَ مَعِيَ صَبْرًا ﴿٦٧﴾ وَكَيْفَ
تَصْبِرُ عَلٰى مَا لَمْ تُحِطْ بِهٖ خُبْرًا ﴿٦٨﴾ قَالَ سَتَجِدُنِيْٓ اِنْ شَآءَ اللّٰهُ صَابِرًا وَّلَآ اَعْصِيْ لَكَ
اَمْرًا ﴿٦٩﴾ قَالَ فَاِنِ اتَّبَعْتَنِيْ فَلَا تَسْئَلْنِيْ عَنْ شَيْءٍ حَتّٰٓى اُحْدِثَ لَكَ مِنْهُ ذِكْرًا ﴿٧٠﴾
فَانْطَلَقَا حَتّٰٓى اِذَا رَكِبَا فِي السَّفِيْنَةِ خَرَقَهَا قَالَ اَخَرَقْتَهَا لِتُغْرِقَ اَهْلَهَا لَقَدْ جِئْتَ شَيْئًا اِمْرًا ﴿٧١﴾

ترجمہ انہوں نے ہمارے بندوں میں سے ایک بندے کو پایا جن کو ہم نے اپنی خاص رحمت (یعنی مقبولیت) دی تھی اور ہم نے ان کو اپنے پاس سے ایک خاص طور کا علم سکھلایا تھا موسیٰ نے (ان کو سلام کیا اور) ان سے فرمایا کیا میں آپ کے ساتھ رہ سکتا ہوں اس شرط پر کہ جو علم مفید آپ کو (منجانب اللہ) سکھلایا گیا ہے اس میں سے آپ مجھ کو بھی سکھلا دیں ان بزرگ نے جواب دیا آپ سے میرے ساتھ رہ کر (میرے افعال پر) صبر نہ ہو سکے گا اور (بھلا) ایسے امور پر آپ کیسے صبر کریں گے جو آپ کے احاطہ واقفیت سے باہر ہیں موسیٰ نے فرمایا انشاء اللہ آپ مجھ کو صابر (یعنی ضابط) پاویں گے اور میں کسی بات میں آپ کے خلاف حکم نہ کروں گا ان بزرگ نے فرمایا تو (اچھا) اگر آپ میرے ساتھ رہنا چاہتے ہیں تو اتنا خیال رہے کہ) مجھ سے کسی بات کی نسبت کچھ پوچھنا نہیں جب تک کہ اس کے متعلق میں خود ہی ابتداءً ذکر نہ کروں پھر دونوں (کسی طرف) چلے یہاں تک کہ جب دونوں کشتی میں سوار ہوئے تو ان بزرگ نے کشتی میں چھید کر دیا موسیٰ نے فرمایا کہ آپ نے اس کشتی میں اس لئے چھید کیا ہوگا کہ اس کے بیٹھنے والوں کو غرق کر دیں آپ نے بڑی بھاری (یعنی خطرہ کی) بات کی۔

تفسیر ⑥⑤ "فوجد اعبدًا من عبادنا آتیناہ رحمۃ" رحمت سے مراد نعمت ہے۔ "من عندنا وعلمناہ من لدنا علمًا" اس سے مراد باطن کا علم ہے جو بطور الہام کے حاصل ہوتا ہے۔ اکثر اہل علم کے نزدیک حضرت خضر علیہ السلام نبی نہیں تھے کہا جائے گا کہ موسیٰ علیہ السلام کو ان کی اتباع کا حکم دیا گیا تھا۔

⑥⑥ "قال لہ موسیٰ ھل أتبعک" کہ آپ کی صحبت اختیار کر سکتا ہوں۔ "علی أن تعلمن مما علمت رشدًا" ابوعمرو یعقوب نے رشداً راء کے فتحہ اور شین کے فتحہ کے ساتھ پڑھا ہے اور دوسرے قراء نے راء کے ضمہ اور شین کے سکون کے ساتھ پڑھا ہے۔ اس سے مراد صواب ہے اور بعض نے کہا کہ ایسا علم جو راہ ہدایت پر لانے والا ہو۔ بعض روایات میں آتا ہے کہ موسیٰ علیہ السلام نے حضرت خضر علیہ السلام سے یہ بات کہی تھی (ساتھ رہنے کی درخواست کی) تو حضرت خضر علیہ السلام نے کہا

کہ علم کے لیے تورات کافی ہے اور عمل کے لیے بنی اسرائیل کا مشغلہ کافی ہے۔ موسیٰ علیہ السلام نے کہا کہ اللہ نے مجھے اس کا حکم دیا ہے۔ (حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اپنے اس کلام میں ادب وتہذیب کو ملحوظ خاطر رکھا۔)

67 "قال" حضرت خضر علیہ السلام نے کہا "انک لن تستطیع معی صبرًا" حضرت خضر علیہ السلام نے اس کا سختی سے انکار کیا کیونکہ جب وہ ایسے امور منکرہ کو دیکھیں گے تو ضرور تردید کریں گے اور انبیاء علیہم السلام کے لیے جائز نہیں کہ وہ منکرات کو دیکھ کر خاموش رہیں اور اسی پر صبر کریں۔ پھر اپنے عذر کو بیان کریں، صبر کے ترک کرنے کے باعث۔ ان کو کہا

68 "وکیف تصبر علی مالم تحط بہ خبرًا" اس سے مراد علم ہے۔

69 "قال" موسیٰ علیہ السلام نے کہا "ستجدنی ان شاء اللہ صابرًا" یہاں پر حضرت موسیٰ علیہ السلام نے استثناء فرمایا کیونکہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کو معلوم تھا کہ وہ منکر بات پر صبر نہیں کر سکتے۔ "ولا اعصی لک امرًا" اور میں آپ کے حکم کی نافرمانی نہیں کروں گا جس بات کا آپ حکم دیں گے۔

70 "قال" حضرت خضر علیہ السلام نے فرمایا۔ "فان اتبعتنی" اگر آپ ہماری صحبت اختیار کریں گے تو اس کے لیے یہی شرط ہے کہ آپ "فلا تسالنی" ابوجعفر، نافع، ابن عامر کے نزدیک لام کے فتحہ کے ساتھ اور نون کی تشدید کے ساتھ اور دوسرے قراء نے سکون اللام اور نون کی تخفیف کے ساتھ پڑھا ہے۔

"عن شیء" میں کوئی ایسا کام کروں جو آپ کو ناگوار گزرے اور آپ کو اس بات پر اعتراض ہو۔ "حتّی احدث لک منہ ذکرًا" حتی ابتدائیہ ہے۔ جب تک اس کام کی وجہ میں خود آپ کو نہ بتلا دوں۔

71 "فانطلقا" یہاں تک کہ وہ ساحل کے کنارے کنارے کشتی کی تلاش میں چلنے لگے۔ بالآخر کشتی مل گئی اور اس میں دونوں سوار ہوگئے۔ اس کشتی میں جو لوگ سوار تھے وہ کہنے لگے کہ یہ دونوں چور ہیں۔ ان کو کشتی سے نکال دو، کشتی کے مالک نے کہا یہ لوگ چور نہیں ہیں مجھے ان کے چہرے انبیاء علیہم السلام کے چہرے معلوم ہوتے ہیں۔

حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ ایک کشتی ان کی طرف سے گزری۔ موسیٰ اور خضر علیہما السلام نے کشتی والوں سے سوار کر لینے کی درخواست کی۔ کشتی والوں نے حضرت خضر علیہ السلام کو پہچان لیا اور بلا کرایہ دونوں کو سوار کر لیا۔

جب کشتی دریا کے درمیان موجوں میں پہنچی تو حضرت خضر علیہ السلام نے بسولے کے ذریعے ایک تختہ کو اُکھاڑ دیا۔ یہی اللہ تعالیٰ کا فرمان "حتّی اذا رکبا فی السفینۃ خرقھا قال" ان کو حضرت موسیٰ علیہ السلام نے کہا۔ "اخرقتھا لتغرق اھلھا" حمزہ اور کسائی نے "لیغرق" پڑھا ہے یاء اور راء کے فتحہ کے ساتھ۔

"اھلھا" کو مرفوع پڑھا ہے اور دوسرے قراء نے تاء کے ساتھ پڑھا ہے اور تاء کے ضمہ کے ساتھ اور راء کے کسرہ کے ساتھ۔ "اھلھا" کو منصوب پڑھا ہے۔ "لقد جئت شیء امرًا" اس سے مراد منکر ہے۔

عربی زبان میں امراً کا معنی ہے بڑی مصیبت ہر بڑی سخت چیز۔ ہر وہ چیز جو بڑی اور کثیر ہو۔ بولا جاتا ہے "امرا القوم" جب وہ کثرت ہو جائے اور ایک کام پر شدت اختیار کر لے۔

قتیبی کا قول ہے کہ "امرًا" کا معنی ہے تعجب، روایات میں آتا ہے کہ جب حضرت خضر علیہ السلام نے کشتی کو توڑا تو اس میں پانی داخل نہیں ہوا اور ایک روایت میں آتا ہے کہ جب اس جگہ کو حضرت موسیٰ علیہ السلام نے پھٹا ہوا دیکھا تو فوراً اس میں کپڑا ڈال دیا اور ایک روایت میں آتا ہے کہ خضر علیہ السلام نے ایک بڑا پیالہ لے کر کشتی کے سوراخ پر ڈھانک دیا۔ پیالہ سوراخ میں اٹک گیا اور پانی اندر نہ آ سکا۔

قَالَ اَلَمْ اَقُلْ اِنَّکَ لَنْ تَسْتَطِیْعَ مَعِیَ صَبْرًا ﴿۷۲﴾ قَالَ لَاتُؤَاخِذْنِیْ بِمَا نَسِیْتُ وَلَا تُرْهِقْنِیْ مِنْ اَمْرِیْ عُسْرًا ﴿۷۳﴾ فَانْطَلَقَا حَتّٰی اِذَا لَقِیَا غُلٰمًا فَقَتَلَهٗ قَالَ اَقَتَلْتَ نَفْسًا زَکِیَّةً م بِغَیْرِ نَفْسٍ ط لَقَدْ جِئْتَ شَیْئًا نُّکْرًا ﴿۷۴﴾

ترجمہ: ان بزرگ نے کہا کہ کیا میں نے کہا نہیں تھا کہ آپ سے میرے ساتھ صبر نہ ہو سکے گا موسیٰ نے فرمایا کہ (مجھ کو یاد نہ رہا تھا) آپ میری بھول چوک پر گرفت نہ کیجئے اور میرے اس معاملہ میں مجھ پر زیادہ تنگی نہ ڈالئے پھر دونوں (کشتی سے اتر کر آگے) چلے یہاں تک کہ جب ایک (کمسن) لڑکے سے ملے تو ان بزرگ نے اس کو مار ڈالا موسیٰ (گھبرا کر) کہنے لگے آپ نے ایک بے گناہ جان کو مار ڈالا (اور وہ بھی) بے بدلے کسی جان کے بیشک آپ نے (یہ تو) بڑی بے جا حرکت کی۔

تفسیر: ⑦② "قال" حضرت خضر علیہ السلام نے کہا "اَلَمْ اَقُلْ اِنَّکَ لَنْ تَسْتَطِیْعَ مَعِیَ صَبْرًا"

⑦③ "قال" موسیٰ علیہ السلام نے جواب دیا۔ "لَاتُؤَاخِذْنِیْ بِمَا نَسِیْتُ" حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام بھولے نہیں تھے۔ نسیان کا تذکرہ ضمنی طور پر آ گیا۔

گویا حضرت موسیٰ علیہ السلام کچھ اور بھولے تھے اور بعض کا قول ہے کہ اس کا معنی یہ ہے کہ جو میں نے آپ کے ساتھ عہد کیا تھا اس عہد کو بھول جانے کا فرمایا۔ ابی بن کعب رضی اللہ عنہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام پہلی مرتبہ بھول گئے اور دوسری مرتبہ بطور شرط رکھ لی اور تیسری مرتبہ قصداً کیا۔

"ولا ترهقنی" اس پر مجھے مشقت میں نہ ڈالئے۔ "من امری عسرًا" کہا گیا کہ مجھے تکلف میں نہ ڈالئے۔ جیسا کہ کہا جاتا ہے "ارهقه عسرًا" مشکل کام کا مکلف نہ بنایئے، مطلب یہ ہے کہ میرے اس کام کی وجہ سے مجھ سے تنگ دل نہ ہو جایئے اور میرے ساتھ آسانی والا معاملہ کیجئے اور تنگی والا میرے ساتھ برتاؤ نہ کیجئے۔

⑦④ "فانطلقا حتّٰی اذا لقیا غلامًا فقتله" جب وہ دونوں سمندر سے باہر نکلے تو پیدل چلنے لگے۔ یہاں تک کہ دو لڑکوں

کے پاس سے گزرے جو کھیل میں مصروف تھے۔ حضرت خضر علیہ السلام نے اس لڑکے کو پکڑا جس کا چہرہ بارونق، حسین اور خوش کلام تھا۔ اس کو لٹایا اور ذبح کر دیا۔ سدی کا قول ہے کہ وہ سب سے زیادہ حسین تھا۔ اس کا چہرہ چمکیلا تھا۔ ایک روایت میں آتا ہے کہ اس کو سر سے پکڑا اور اپنے ہاتھ کے ساتھ اس کا سر جسم سے جدا کر دیا۔

عبدالرزاق کی روایت کے مطابق اس کا سر ہاتھ کی انگلیوں کے اشارے سے جدا کر دیا۔ تین انگلیاں ابہام، سبابہ اور وسطی ہیں۔ اس طرح اس کا سر جدا ہو گیا اور ایک روایت میں آتا ہے کہ اس کا سر پتھر سے کچل دیا اور بعض نے کہا کہ اس کا سر دیوار پر مار کر اس کو قتل کر دیا۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما کا قول ہے کہ وہ لڑکا نابالغ تھا۔

قرآن مجید کے لفظ غلام سے یہی معلوم ہو رہا ہے۔ ابن عباس رضی اللہ عنہ نے یہ بھی فرمایا کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا "اقتلت نفسا ذکیۃ" کہ آپ نے معصوم جان کو قتل کر دیا۔ اگر وہ نابالغ بچہ نہ ہوتا تو حضرت موسیٰ علیہ السلام "نفسًا ذکیّۃ" نہ فرماتے۔ حسن کا قول ہے کہ وہ پورا مرد تھا۔ کلبی نے کہا کہ وہ جوان تھا جو راستہ لوٹتا تھا اور پھر اپنے والدین کے پاس پناہ گزین ہو جاتا تھا۔ ضحاک کا قول ہے کہ وہ لڑکا تھا جو بگاڑ کا کام کرتا تھا اور ماں باپ اس سے دُکھ پاتے تھے۔

حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ وہ غلام جس کو حضرت خضر علیہ السلام نے قتل کیا تھا وہ سرشتی کافر تھا۔ اگر زندہ رہتا تو ماں باپ کو اللہ کی نافرمانی اور کفر میں مبتلا کر دیتا۔ "قال" موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا "اقتلت نفسا ذکیّۃ" ابن کثیر، نافع، ابو جعفر اور ابو عمرو کے نزدیک "ذاکیۃ" ہے اور دوسرے قراء نے "ذکیۃ" پڑھا ہے۔ کسائی اور فراء کا قول ہے کہ یہ دونوں لفظ ہم معنی ہیں۔ ابو عمر بن علاء کا بیان ہے کہ "ذاکیۃ" وہ نفس معصوم جس نے گناہ نہ کیا ہو اور "ذکیّۃ" وہ نفس جس نے گناہ کے بعد توبہ کر لی ہو۔ (بغیر نفس) اس نے ایسا کوئی فعل سرزد نہیں کیا جو موجب قصاص ہو۔

"لقد جئت شیئًا نکرًا" اس سے مراد منکر ہے۔ قتادہ کا قول ہے کہ نکر کی برائی امر سے زیادہ ہوتی ہے۔ اس لیے پہلی بار حضرت موسیٰ علیہ السلام نے امراً فرمایا، کشتی کو توڑنے سے صرف لوگوں کو ڈوبنے کا خطرہ تھا اور دوسری مرتبہ نکراً فرمایا کیونکہ اس میں حقیقتاً قتل کا صدور ہو چکا تھا۔

بعض نے کہا کہ امر کا درجہ نکراً سے بڑھ کر ہے کیونکہ کشتی توڑنے سے ایک جماعت کے ڈوبنے کا خطرہ تھا۔ اس لیے وہ امراً فرمایا اور دوسری بار صرف ایک شخص کا قتل تھا اس لیے نکراً کہا۔

قَالَ اَلَمْ اَقُلْ لَّکَ اِنَّکَ لَنْ تَسْتَطِیْعَ مَعِیَ صَبْرًا ﴿۷۵﴾ قَالَ اِنْ سَاَلْتُکَ عَنْ شَیْءٍۢ بَعْدَهَا فَلَا تُصٰحِبْنِیْ قَدْ بَلَغْتَ مِنْ لَّدُنِّیْ عُذْرًا ﴿۷۶﴾ فَانْطَلَقَا حَتّٰۤی اِذَاۤ اَتَیَاۤ اَهْلَ قَرْیَةِ ۨاسْتَطْعَمَاۤ اَهْلَهَا فَاَبَوْا اَنْ یُّضَیِّفُوْهُمَا فَوَجَدَا فِیْهَا جِدَارًا یُّرِیْدُ اَنْ یَّنْقَضَّ فَاَقَامَهٗ ؕ قَالَ لَوْ شِئْتَ لَتَّخَذْتَ عَلَیْهِ اَجْرًا ﴿۷۷﴾

(ترجمہ) ان بزرگ نے فرمایا کہ کیا میں نے آپ سے نہیں کہا تھا کہ آپ سے میرے ساتھ صبر نہ ہو سکے گا۔ موسیٰ نے فرمایا کہ (خیر اب کے اور جانے دیجئے) اگر اس مرتبہ کے بعد آپ سے کسی امر کے متعلق پوچھوں تو آپ مجھ کو اپنے ساتھ نہ رکھیئے بیشک آپ میری طرف سے عذر (کی انتہا) کو پہنچ چکے ہیں پھر دونوں (آگے) چلے یہاں تک کہ جب ایک گاؤں والوں پر گزر ہوا تو وہاں والوں سے کھانے کو مانگا (کہ ہم مہمان ہیں) سو انہوں نے ان کی مہمانی کرنے سے انکار کر دیا اتنے میں ان کو وہاں ایک دیوار ملی جو گرا ہی چاہتی تھی تو ان بزرگ نے اس کو (ہاتھ کے سہارے سے) سیدھا کر دیا۔ موسیٰ نے فرمایا کہ آپ چاہتے تو اس (کام) پر کچھ اجرت ہی لے لیتے۔

(تفسیر) ⑮ "قال" حضرت خضر علیہ السلام نے فرمایا "**الم اقل لک انک لن تستطیع معی صبرًا**" یہاں تاکید میں مزید زیادتی کی ہے کیونکہ نقض عہد دو مرتبہ ہو چکا تھا۔ حضرت یوشع حضرت موسیٰ علیہ السلام سے ہر مرتبہ یہی فرماتے تھے کہ اپنے اس وعدہ کو یاد کریں جو آپ نے حضرت خضر علیہ السلام سے کیا تھا۔

⑯ "قال" موسیٰ علیہ السلام نے ارشاد فرمایا "**ان سالتک عن شیء بعدھا**" اس مرتبہ کے بعد۔ "**فلا تصاحبنی**" آپ مجھے اپنے آپ سے جدا کر لینا۔ یعقوب نے اس کو پڑھا "**فلا تصاحبنی**" بغیر الف کے مصاحبت سے ماخوذ ہے۔ "**قد بلغت من لّدنی عذرًا**" ابو جعفر، نافع اور ابو بکر نے "**من لدنی**" تخفیف کے ساتھ پڑھا ہے اور دوسرے حضرات نے اس کو تشدید کے ساتھ پڑھا ہے۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما کا بیان ہے۔ اگر میں آپ کے سامنے عذر بیان کروں جو میں نے اور تمہارے درمیان عہد کیا ہے۔ کہا گیا کہ میں پھر ڈرتا ہوں کہ آپ میرے ساتھ صبر کرنے کی طاقت نہیں رکھتے۔ بعض نے کہا کہ اس کا مطلب یہ ہے کہ آپ میری طرف سے عذر قبول نہ فرمائیے گا۔

حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہم پر اور حضرت موسیٰ علیہ السلام پر اللہ کی رحمت ہو۔ اگر وہ عجلت سے کام نہ لیتے تو عجیب واقعات دیکھتے لیکن ان کو اپنے ساتھی سے شرم آئی اور انہوں نے "**ان سالتک عن شیءٍ بعدھا فلا تصاحبنی قد بلغت من لدنی عذرًا**" فرمایا۔

⑰ "**فانطلقا حتّی اذا اتیا اھل قریۃ**" ابن عباس رضی اللہ عنہما کا قول ہے کہ اس سے مراد انطاکیہ بستی ہے۔ ابن سیرین کا قول ہے کہ یہ ایکہ بستی تھی، کسی نے اس کا نام برقہ کہا ہے۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی روایت ہے کہ اندلس میں ایک شہر تھا وہی مراد ہے "**استطعما أھلھا فابوا ان یضیفوھما**" حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ کی روایت ہے۔ بیان کیا ہے کہ اس بستی والے کنجوس تھے، دونوں حضرات ان کے پاس پہنچے، ان کی مجلسوں میں گشت کیا اور کھانا طلب کیا لیکن انہوں نے نہیں دیا۔ حق مہمانی طلب کی تو کسی نے مہمان بھی نہ بنایا۔ حضرت قتادہ کا بیان ہے کہ وہ بدترین بستی ہے جو مہمانوں کی میزبانی نہ کرے۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی روایت ہے فرماتے ہیں کہ دونوں بزرگوں نے بستی کے مردوں سے کھانا طلب کیا لیکن کسی نے نہیں دیا۔ آخر عورتوں سے مانگا تو ایک عورت نے دے دیا۔ اس پر دونوں نے وہاں مردوں پر لعنت کی۔ یہ عورت بربر والوں

میں سے تھی۔ ”فوجدا فیھا جدارًا یرید ان ینقض“ وہ دیوار گر چکی تھی، یہ عرب کا محاورہ ہے کہ جو چیز کسی کے قرب میں واقع ہو، اس کا وہی حکم لگا دیتے ہیں، وہ دیوار گری نہیں تھی بلکہ گرنے کے قریب تھی۔ عرب بولتے ہیں کہ میرا گھر اس کے گھر کو دیکھتا ہے یعنی دونوں آمنے سامنے ہیں۔ ”فاقامه“ اس کو سیدھا کر دیا۔

حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ کی روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ خضر علیہ السلام نے ہاتھ کے اشارے کے ساتھ دیوار کو سیدھا کر دیا۔ سعید بن جبیر رضی اللہ عنہ کا قول ہے کہ دیوار کو ہاتھ لگا دیا، فوراً دیوار سیدھی ہوئی۔ ایک روایت میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ حضرت خضر علیہ السلام نے اس دیوار کو گرا کر دوبارہ از سر نو تعمیر کر دیا۔ سدی رحمۃ اللہ علیہ کا قول ہے کہ انہوں نے پہلے گارا بنایا، پھر دیوار کو بنا دیا۔

”قال“ موسیٰ علیہ السلام نے کہا۔ ”لو شئت لاتخذت علیه اجرًا“ ابن کثیر، ابو عمرو اور یعقوب نے ”لتخذت“ پڑھا ہے۔ تاء کی تخفیف کے ساتھ اور خاء کے کسرہ کے ساتھ اور دوسرے قراء نے ”لتخذت“ تاء کی تشدید کے ساتھ پڑھا ہے اور خاء کے فتحہ کے ساتھ۔ اس میں دونوں لغات ہیں۔ اس دیوار کی اصلاح میں اگر آپ چاہتے تو ان سے اُجرت لے لیتے۔ ”أجرًا“ اس کی بدل قیمت کہ آپ جانتے ہیں کہ اس بستی کے لوگ کنجوس ہیں۔ انہوں نے ہماری مہمانی نہیں کی، اگر آپ چاہتے تو اس کام کے بدلے میں ان سے اجرت لے لیتے۔

قَالَ هٰذَا فِرَاقُ بَيْنِي وَبَيْنِكَ سَأُنَبِّئُكَ بِتَأْوِيلِ مَالَمْ تَسْتَطِعْ عَّلَيْهِ صَبْرًا ⑱ اَمَّا السَّفِينَةُ فَكَانَتْ لِمَسٰكِينَ يَعْمَلُونَ فِي الْبَحْرِ فَاَرَدْتُّ اَنْ اَعِيبَهَا وَكَانَ وَرَآءَ هُمْ مَّلِكٌ يَّاْخُذُ كُلَّ سَفِينَةٍ غَصْبًا ⑲ وَاَمَّا الْغُلٰمُ فَكَانَ اَبَوٰهُ مُؤْمِنَيْنِ فَخَشِيْنَآ اَنْ يُّرْهِقَهُمَا طُغْيَانًا وَّكُفْرًا ⑳ فَاَرَدْنَآ اَنْ يُّبْدِلَهُمَا رَبُّهُمَا خَيْرًا مِّنْهُ زَكٰوةً وَّاَقْرَبَ رُحْمًا ⑧١ وَاَمَّا الْجِدَارُ فَكَانَ لِغُلٰمَيْنِ يَتِيمَيْنِ فِي الْمَدِينَةِ وَكَانَ تَحْتَهُ كَنْزٌ لَّهُمَا وَكَانَ اَبُوهُمَا صَالِحًا. فَاَرَادَ رَبُّكَ اَنْ يَّبْلُغَآ اَشُدَّ هُمَا وَيَسْتَخْرِجَا كَنْزَهُمَا رَحْمَةً مِّنْ رَّبِّكَ. وَمَا فَعَلْتُهُ عَنْ اَمْرِيْ ؕ ذٰلِكَ تَاْوِيلُ مَالَمْ تَسْطِعْ عَّلَيْهِ صَبْرًا ⑧٢

(ترجمہ) ان بزرگ نے کہا کہ یہ وقت ہماری اور آپ کی علیحدگی کا ہے (جیسا کہ خود آپ نے شرط کی تھی) میں ان چیزوں کی حقیقت بتلائے دیتا ہوں جن پر آپ سے صبر نہ ہوسکا وہ جو کشتی تھی سو چند غریب آدمیوں کی تھی جو (اس کے ذریعہ سے) دریا میں محنت مزدوری کرتے تھے سو میں نے چاہا کہ اس میں عیب ڈال دوں اور (وجہ اس کی یہ تھی کہ) ان لوگوں سے آگے کی طرف ایک (ظالم) بادشاہ تھا جو ہر (اچھی) کشتی کو زبردستی پکڑ رہا تھا اور رہا وہ لڑکا سو اس

کے ماں باپ ایماندار تھے سوہم کو اندیشہ (یعنی تحقیق) ہوا کہ یہ ان دونوں پر سرکشی اور کفر کا اثر نہ ڈال دے پس ہم کو یہ منظور ہوا کہ بجائے اس کے ان کا پروردگار ان کو ایسی اولاد دے جو پاکیزگی (یعنی دین) میں اس سے بہتر ہو اور (ماں باپ کے ساتھ) محبت کرنے میں اس سے بڑھ کر ہو۔ رہی دیوار سو وہ دو یتیم لڑکوں کی تھی جو اس شہر میں (رہتے ہیں اور اس دیوار کے نیچے ان کا کچھ مال مدفون تھا جوان کے باپ سے میراث میں پہنچا ہے) اور ان کا باپ (جو مر گیا ہے) ایک نیک آدمی تھا سو آپ کے رب نے اپنی مہربانی سے چاہا کہ دونوں اپنی جوانی (کی عمر) کو پہنچ جاویں اور اپنا دفینہ نکال لیں اور (یہ سارے کام میں نے بالہام الٰہی کئے ہیں کوئی کام میں نے اپنی رائے سے نہیں کیا۔ لیجئے یہ ہے حقیقت ان باتوں کی جن پر آپ سے صبر نہ ہو سکا

تفسیر 78 "قال" حضرت خضر علیہ السلام نے فرمایا "**هذا فراق بيني وبينك**" یہ میری اور آپ کی جدائی کا وقت ہے۔ بعض نے کہا کہ آپ کا یہ تیسرا اعتراض کرنا آپ کی اور میری جدائی کا سبب ہے۔ زجاج کا قول ہے کہ اس کا معنی ہے کہ یہ ہمارے درمیان جدائی ہے۔ یعنی ہمارے اکٹھے رہنے سے جدائی کا وقت آ گیا۔ "**سانبئک**" میں عنقریب آپ کو اس بات کی خبر دوں گا۔ "**بتاويل مالم تستطع عليه صبرًا**" بعض تفاسیر کی کتب میں ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے چلنے سے پہلے حضرت خضر علیہ السلام کا دامن پکڑ لیا اور کہا ان واقعات کا جو علم اللہ نے آپ کو دیا ہے جدا ہونے سے پہلے مجھے بھی بتائیے۔ اس پر حضرت خضر علیہ السلام نے فرمایا۔

79 "**اما السفينة فكانت لمساكين يعملون في البحر**" کعب کا بیان ہے کہ یہ کشتی دس غریبوں کی تھی جو بھائی بھائی تھے، پانچ تو اپاہج تھے اور پانچ کام کرتے تھے۔ آیات سے واضح ہوتا ہے کہ مسکین کا اطلاق اس شخص پر بھی ہوتا ہے جس کے پاس مال تو ہو مگر نا کافی ہو، بقدر ضرورت نہ ہو اصلی ضرورتوں سے زائد نہ ہو۔ وہ دریا میں کشتی کے ذریعے کمائی کرتے تھے۔ "**فاردت أن اعيبها**" اس کو عیب دار بنا دیا۔ "**وكان وراء هم**" ان کے سامنے۔ "**ملک**" جیسا کہ کہا جاتا ہے "**من وراء ه جهنم**" ان کے پیچھے اور بعض کے نزدیک اس کا معنی ہے آگے۔ واپسی میں اس ظالم بادشاہ کی حدود سے ان کو گزرنا تھا۔ اوّل تفسیر صحیح ہے۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کی قرأت میں "**ورائهم**" کی جگہ "**امامهم**" آیا ہے۔ "**يأخذ كل سفينة غصبًا**" ہر وہ کشتی جو صحیح سلامت ہو اس کو وہ قبضہ میں لے لیتا تھا۔

ابن عباس رضی اللہ عنہما اس کو اس طرح پڑھتے تھے "**فخرقها وعيبها الخضر**" تا کہ اس کشتی کو ظالم بادشاہ اپنے قبضہ میں نہ لے لے۔ اس ظالم بادشاہ کا نام جلندی تھا اور وہ کافر تھا۔ محمد بن اسحاق نے متولہ بن جلندی ازدی لکھا ہے اور شعیب جبائی نے ہدد بن بدد ذکر کیا ہے۔

روایت میں آتا ہے کہ حضرت خضر علیہ السلام نے کشتی توڑنے کی وجہ بطور معذرت کشتی والوں کے سامنے بیان کی اور ظالم بادشاہ کے واقعہ کی اطلاع دی۔ خضر علیہ السلام کے بتلانے سے پہلے ان کو کچھ معلوم نہ تھا۔ جب اس بادشاہ کی حدود سے کشتی والے

آگے بڑھ گئے تو انہوں نے کشتی کو درست کرلیا، کسی نے کہا کہ روغن قیر کا پالش کرلیا۔ بعض نے کہا کہ سوراخ میں شیشہ لگالیا۔

80 "واما الغلام فکان ابواہ مؤمنین فخشینا" مجھے علم ہوا یا مجھے اندیشہ ہوا۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما کی قرأت میں "وأما الغلام فکان کافرًا و کان ابواہ مؤمنین فخشینا" پڑھتے ہیں۔ "أن یرھقھما" ان دونوں کو ڈھانپ دے۔ کلبی کا بیان ہے کہ ہم اس کو مکلف بنادیں۔ "طغیانًا و کفرًا" سعید بن جبیر رضی اللہ عنہ کا بیان ہے مطلب یہ ہے کہ مجھے اس بات کا اندیشہ ہوا کہ وہ لڑکا اپنے ماں باپ کو اپنی محبت میں اپنے دین کا پیروکار بنالے۔

81 "فاردنا ان یبدلھما" ابوجعفر، نافع اور ابوعمرو نے تشدید کے ساتھ پڑھا ہے۔ اسی طرح سورۃ تحریم میں اور سورۃ قلم میں اور دوسرے قراء نے تخفیف کے ساتھ پڑھا ہے اور اس میں دونوں لغات جائز ہیں اور اس میں بعض حضرات نے یہ فرق بیان کیا کہ تبدیل عام ہے۔ نفس شئی کو ہی بدل دینا یا اس کی حالت کو بدل دینا دونوں کو تبدیل کہتے ہیں اور ابدال اصل شئی کو بدلنے کو کہتے ہیں۔ "ربھما خیرًا منہ زکاۃً" اس کی اصلاح اور اس کا تقوٰی۔

"واقرب رحمًا" ابن عامر، ابوجعفر و یعقوب نے حاء کے ضمہ کے ساتھ پڑھا ہے اور دوسرے قراء کے نزدیک جزم پڑھا ہے۔ اس صورت میں یہ رحمت پر عطف ہوگا اور بعض نے کہا کہ اس سے مراد رحم اور قرابت داری ہے۔ قتادہ کا قول ہے کہ بڑا صلہ رحم کرنے والا اور ماں باپ کا بڑا فرمانبردار، خدمت گزار۔ کلبی کا بیان ہے کہ اللہ نے اس لڑکے کے عوض اس کے والدین کو ایک لڑکی عطا فرمائی جس سے ایک پیغمبر نے نکاح کیا اور اس کے بطن سے ایک نبی پیدا ہوئے جس نے ایک اُمت کو ہدایت یافتہ بنادیا۔ حضرت جعفر بن محمد نے فرمایا کہ اللہ نے والدین کو ایک لڑکی دی جس کی نسل سے ستر پیغمبر پیدا ہوئے۔ ابن جریج نے کہا کہ اس کے عوض اللہ نے ایک فرمانبردار مسلم لڑکا عنایت کیا۔ مطرف نے کہا کہ جب وہ لڑکا پیدا ہوا تھا تو اس کے ماں باپ خوش ہوئے تھے، پھر جب وہ قتل ہوگیا تو والدین کو غم ہوا۔ اگر وہ زندہ رہتا تو ماں باپ کی تباہی یقینی تھی۔ آدمی کو چاہیے کہ اللہ کے حکم پر راضی رہے۔ اللہ مؤمن کے لیے اگرنا گوار فیصلہ بھی کرتا ہے، تب بھی مؤمن کے لیے اس بات سے بہتر ہوتا ہے جو وہ اپنے لیے پسند کرتا ہے۔

یتیم غلاموں کے نام اور خزانہ کس چیز کا تھا

82 "واما الجدار فکان لغلامین یتیمین فی المدینۃ" ان دونوں لڑکوں کا نام اصرم اور صریم تھا۔ "و کان تحتہ کنزلھما" کنز کا ترجمہ وتفسیر میں آئمہ کا اختلاف ہے۔ حضرت ابوالدرداء رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا سونے، چاندی کا خزانہ تھا۔ عکرمہ کا قول ہے کہ یہ مال تھا۔ سعید بن جبیر رضی اللہ عنہ کا قول ہے کہ وہ کنز کچھ صحیفوں کی شکل میں تھا جس میں علم تھا۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا وہ کنز سونے چاندی کا نہ تھا بلکہ علمی صحیفے تھے اور ابن عباس رضی اللہ عنہما کا دوسرا قول یہ ہے کہ وہ سونے کی ایک تختی تھی جس میں تحریر تھا تعجب ہے کہ جس کا موت پر یقین ہو وہ خوش کیسے ہوتا ہے۔ تعجب ہے کہ جس کا تقدیر پر یقین ہو وہ رنجیدہ کیونکر ہوتا ہے۔ تعجب ہے کہ جس کو رزق ملنے کا یقین ہو وہ تھکتا کیوں ہے۔ تعجب ہے

کہ جس کو حساب پر یقین ہے وہ غافل کیسے رہتا ہے۔ تعجب ہے کہ جو زوال دُنیا کا یقین رکھتا ہے وہ دُنیا پر مطمئن ہو کر کیسے بیٹھ جاتا ہے۔ لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ۔ تختی کی دوسری طرف لکھا تھا میں ہی اللہ ہوں، میں اکیلا ہوں، میرا کوئی ساجھی نہیں۔ میں نے خیر وشر کو پیدا کیا، خوشی ہے اس شخص کے لیے جس کو میں نے خیر کے واسطے پیدا کیا اور اس کے ہاتھوں سے خیر کو جاری کرایا اور ہلاکت ہے اس شخص کے لیے جس کو میں نے شر کے لیے پیدا کیا اور شر کو اس کے ہاتھوں سے جاری کیا۔

زجاج کا قول ہے اگر کنز بے قید بولا جاتا تو اس سے مالی خزانہ مراد ہوتا ہے اور قید کے ساتھ بولا جاتا ہے تو دوسری چیزوں کا خزانہ بھی مراد ہوتا ہے۔ جیسے کنز العلم علم کا خزانہ اور تختی میں یہ دونوں باتیں موجود تھیں۔

ابوھما صالحاً سے کون مراد ہے

”وکان ابوھما صالحًا“ بعض نے کہا کہ اس کا نام کاشح تھا اور یہ بزرگوں میں سے تھا۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما کا قول ہے کہ باپ کی نیکی کی وجہ سے ان دونوں یتیموں کی حفاظت کی گئی۔ بعض نے کہا کہ یہ مرد صالح دونوں یتیموں کا باپ نہیں تھا بلکہ ساتواں دادا تھا۔ محمد بن منکدر کا بیان ہے کہ بندے کے نیک ہونے کے سبب اللہ اس کی اولاد، اولاد کی اولاد، کنبہ، خاندان اور ہمسایوں کی حفاظت فرماتا ہے۔ سعید بن المسیب کا بیان ہے کہ میں نماز پڑھتا ہوں اور اولاد کا خیال آجاتا ہے تو نماز اور بڑھا دیتا ہوں۔

”فاراد ربّک ان یبلغا اشدھما“ کہ وہ دونوں بھرپور جوانی کو پہنچ جائیں اور عقل وشعور حاصل ہو جائے۔ بعض نے کہا کہ وہ کامل قوت اور کمال رشد تک پہنچ جائے۔ بعض نے کہا کہ وہ اٹھارہ سال کی عمر تک پہنچ جائے۔

”ویستخرجا کنزھما رحمۃ“ اس وقت ان دونوں کے لیے خزانے کی نعمت نکالے۔

”من ربّک وما فعلتہ عن امری“ میرے اختیار اور میری رائے سے یہ کام نہیں کیا بلکہ اپنے رب کی طرف سے اختیار کیا۔ **”ذلک تاویل مالم تسطع علیہ صبرًا“** جو اس پر طاقت نہ رکھے صبر کرنے کی۔ تستطع اور تسطع دونوں کا معنی ایک ہی ہے۔ روایت میں ہے کہ جب حضرت موسیٰ علیہ السلام حضرت خضر علیہ السلام سے جدا ہونے لگے تو فرمایا مجھے کچھ نصیحت فرمایئے؟ حضرت خضر علیہ السلام نے کہا علم کی طلب لوگوں سے بیان کرنے کے لیے نہ کرنا بلکہ عمل کرنے کے لیے علم کی طلب کرنا۔

(خضر علیہ السلام اب زندہ ہیں یا نہیں؟)

اس بارے میں آئمہ کے مختلف اقوال ہیں۔ بعض حضرات کا قول ہے کہ حضرت خضر علیہ السلام وحضرت الیاس علیہ السلام دونوں زندہ ہیں۔ ہر سال دونوں حج کرنے کے لیے آتے ہیں اور وہاں دونوں کی ملاقات ہوتی ہے۔ خضر علیہ السلام نے آب حیات پی لیا تھا۔ ذوالقرنین جب آب حیات کی تلاش میں ظلمات میں داخل ہوا تو خضر علیہ السلام کو اپنے ساتھ لے گیا۔

خضر علیہ السلام ہراول دستے میں آگے آگے تھے، چلتے چلتے خضر علیہ السلام چشمہ پر پہنچ گئے، اُتر کر انہوں نے چشمے کے پانی

سے غسل کیا اور کچھ پی لیا اور اللہ کا شکر ادا کیا، ذوالقرنین راستہ بھول گیا اور کام واپس آیا۔

اکثر علماء کا خیال ہے کہ حضرت خضر علیہ السلام وفات پا گئے، اللہ تعالیٰ نے فرمایا "**وما جعلنا لبشر من قبلک الخلد**" آپ سے پہلے ہم نے کسی انسان کو بقاء دوامی نہیں دی۔ ایک رات عشاء کی نماز کے بعد نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا مجھے تمہاری یہ رات دکھادی گئی آج سے آئندہ سو برس کی انتہاء تک ہر وہ شخص جو اس وقت روئے زمین پر زندہ ہے مرجائے گا زندہ نہیں رہے گا۔ اگر حضرت خضر علیہ السلام زندہ ہوتے تو اس کے بعد وہ وفات پا چکے ہوتے۔

وَيَسْـَٔلُوْنَكَ عَنْ ذِی الْقَرْنَيْنِ ؕ قُلْ سَاَتْلُوْا عَلَيْكُمْ مِّنْهُ ذِكْرًا ﴿83﴾ اِنَّا مَكَّنَّا لَهٗ فِی الْاَرْضِ وَاٰتَيْنٰهُ مِنْ كُلِّ شَیْءٍ سَبَبًا ﴿84﴾ فَاَتْبَعَ سَبَبًا ﴿85﴾ حَتّٰۤی اِذَا بَلَغَ مَغْرِبَ الشَّمْسِ وَجَدَهَا تَغْرُبُ فِیْ عَيْنٍ حَمِئَةٍ وَّوَجَدَ عِنْدَهَا قَوْمًا ؕ قُلْنَا يٰذَا الْقَرْنَيْنِ اِمَّاۤ اَنْ تُعَذِّبَ وَاِمَّاۤ اَنْ تَتَّخِذَ فِيْهِمْ حُسْنًا ﴿86﴾ قَالَ اَمَّا مَنْ ظَلَمَ فَسَوْفَ نُعَذِّبُهٗ ثُمَّ يُرَدُّ اِلٰی رَبِّهٖ فَيُعَذِّبُهٗ عَذَابًا نُّكْرًا ﴿87﴾

ترجمہ اور یہ لوگ آپ سے ذوالقرنین کا حال پوچھتے ہیں آپ فرما دیجئے کہ میں اس کا ذکر ابھی تمہارے سامنے بیان کرتا ہوں ہم نے ان کو روئے زمین پر حکومت دی تھی اور ہم نے ان کو ہر قسم کا سامان (کافی) دیا تھا چنانچہ وہ (بارادۂ فتوحات) ملک مغرب کی ایک راہ پر ہو لئے یہاں تک کہ جب غروب آفتاب کے موقع پر پہنچے تو آفتاب ان کو ایک سیاہ رنگ کے پانی میں ڈوبتا ہوا دکھائی دیا اور اس موقعہ پر انہوں نے ایک قوم دیکھی ہم نے (الہاماً) یہ کہا اے ذوالقرنین خواہ سزا دو اور خواہ ان کے بارے میں نرمی کا معاملہ اختیار کرو ذوالقرنین نے عرض کیا کہ (بہت اچھا اول دعوت ایمان ہی کروں گا) لیکن جو ظالم رہے گا سو اس کو تو ہم لوگ سزا دیں گے پھر وہ اپنے مالک حقیقی کے پاس پہنچایا جاوے گا پھر وہ اس کو (دوزخ کی) سزا دے گا۔

تفسیر ﴿83﴾ "**ویسالونک عن ذی القرنین قل سأتلوا علیکم منه ذکرًا**" اس سے خبر مراد ہے۔

ذی القرنین کون تھے

ذی القرنین کی نبوت کے متعلق آئمہ مفسرین کے مختلف اقوال ہیں۔ بعض حضرات کے نزدیک یہ نبی تھے۔ ابوطفیل کا بیان ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ سے ذوالقرنین کے متعلق دریافت کیا گیا کہ وہ نبی تھے یا بادشاہ تھے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ وہ نہ نبی تھے اور نہ ہی بادشاہ تھے، وہ ایک ایسا بندہ تھا جو اللہ سے محبت کرتا تھا اور اللہ اس سے محبت کرتا تھا۔ اس نے اللہ کی فرمانبرداری خلوص سے کی، اللہ نے اس کو خیر عطا فرمائی۔

ایک روایت میں آتا ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے سنا ایک شخص دوسرے کو ذوالقرنین کہہ کر پکار رہا تھا۔ فرمایا